جمہوری مومن اور اقتداری سانپ

تحریر: سہیل احمد لون

محاورات اور ضرب المثل دنیا کی تمام زبانوں کا اہم ترین مرتبے پر فائز ہوتے ہیں۔ کسی غیر زبان میں اگر کوئی شخص محاورات اور ضرب المثل کے مناسب استعمال کے فن سے آشنا ہو جائے تو یہ اس بات کی دلیل سمجھی جاتی ہے کہ اسے غیر زبان پر عبور حاصل ہو چکا ہے۔ ضرب المثل یا محاورہ دراصل کسی دانش ور، مفکر، مذہبی یا سیاسی قائد، عالم یا قلم کے مزدور کی زندگی کا نچوڑ نہیں ہوتا بلکہ یہ زبان کے ہزاروں سال کے سماجی شعور کے ارتقاء کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے جسے ایک فقرے میں سمو کر سمندر کو کوزے میں بند کرنے والی بات ہوتی ہے۔ صدیوں سے بنے ہوئے اقوال، محاورات اور ضرب المثل کی افادیت، اہمیت اور حقیقت آج بھی اپنے جمالیاتی حسن کے ساتھ تر و تازہ ہے۔ وطن عزیز میں بھی کئی زبانیں بولیں جاتیں ہیں جن میں محاورات اور ضرب المثل کا خاصا استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر بہت سے محاورات، اقوال اور ضرب المثل ہمارے ہاں صرف بولنے کی حد تک تو صحیح ہیں مگر حقیقی زندگی میں ان کا وجود اتنا پر اثر دکھائی نہیں دیتا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان جس کی بنیاد ہی اسلام کے نام پر رکھی گئی تھی مگر بنیاد کے بعد عمارت میں اسلام کا نام تو نظر آتا ہے مگر اسلامی طرزِ عمل کی جھلک کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈستا...... مگر ہم ہیں کہ آج تک ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈسے جا رہے ہیں جس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ ہم مومن بہر حال نہیں ہیں۔ بار بار مخصوص طبقات کو اپنے اوپر مسلط کر کے آنے والی نسلوں کو ورلڈ بینک، آئی ایم ایف کے پاس گروی رکھ دیا ہے۔ پاکستانی قوم کو انا، آزادی، خود مختاری، خودی اور بنیادی ضرورتوں سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ہمارے بچوں کو ایسے ماحول میں آنکھیں کھولنی پڑتی ہیں جہاں کانوں میں اذان سے پہلے بم دھماکہ کی خبر پڑتی ہے، جہاں نا خالص شہد کی گھٹی سے پہلے ہی گرد و غبار کی غلاظت ان کے حلق تلے چلی جاتی ہے، نا خالص شہد کا قطرہ تو محض گرد کی غلاظت کو حلق سے صاف کرنے کے کام ہی آتا ہے۔ جہاں پہلے سانس کے ساتھ ہی گرد و غبار، دھوئیں، لہو اور بارود کی بو والی آکسیجن جسم کے اندر داخل ہوتی ہے تو بچہ روتے ہوئے بڑوں سے یہ سوال کرتا دکھائی دیتا ہے کہ کیا ہماری قسمت میں ہوا بھی خالص نہیں رہی؟ بیچارے کو جب دودھ جیسی بابرکت نعمت بھی ملاوٹ زدہ ملتی ہے تو وہ غلیظ آکسیجن بھول جاتا ہے۔ بچہ پھول کی مانند نازک ہوتا ہے جسے موسمی اثرات سے بچانے کے لیے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوی ہے مگر یہ بدقسمت پھول گرمیوں میں بجلی کی لوڈشیڈنگ سے گرمی کی شدت سے مرجھاتے ہی نہیں بلکہ جھلس جاتے ہیں۔ سردیوں میں لوڈشیڈنگ کا دہرا عذاب بجلی اور گیس کی صورت میں ان پر نازل ہوتا ہے تو گھر کے چولھے تو ٹھنڈے ہوتے ہی ہیں اس کے ساتھ بہت سی ماؤں کی گود بھی ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ گرمی، سردی، ملاوٹ زدہ دودھ اور تعفن زدہ فضاء سے اگر وہ کسی طرح ڈھیٹ ہو کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں تو کوئی وبائی مرض اُن کا حال احوال پوچھنے آجاتا ہے۔ بس بیمار ہونے کی دیر ہے جعلی دوائیوں کے اتنے کورس کئے جاتے ہیں کہ بچ جانے کی صورت میں اسے پاکستان کے مستقبل کی ڈگری مل جاتی ہے۔ ہمارے بچے جب چلنا شروع کرتے ہیں تو حکومت اور ریاست یہ تصور کر لیتی ہے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو چکے ہیں، جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو اس سے تو مدد کی امید رکھی جاتی ہے۔

انتخابات کا وقت قریب تر آتا جا رہا ہے اور اپنے لوگ ڈسے جانے کیلئے خود چل کر سانپوں کی بلوں کے پاس پہنچنا شروع ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں جیسی کرنی ویسی بھرنی ...... مگر یہاں محاورہ بھی الٹا نظر آتا ہے۔ جہاں حکمران طبقہ کرتا تو سب کچھ ہے مگر بھرتا نہیں، بھرنے کے لیے عوام کو پیش خدمت کر دیا جاتا ہے۔ یہاں پر شاید کسی سیاسی قائد کے اس قول پر عمل کیا جاتا ہے کہ جمہوریت سب سے بڑا انتقام ہے۔ پانچ برس سے مسلسل جمہور سے انتقام لیا جا رہا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے ...... مگر ہمارے ہاں تو حکمران طبقہ چاہے جو مرضی بوئے مگر جب کاٹنے کی باری آتی ہے تو فصل اپنی مرضی کی ہی کاٹتے ہیں۔ انتخابات کا وقت جیسے جیسے قریب آتا جا رہا ہے سیاسی جماعتیں بہت فعال اور متحرک نظر آ رہی ہیں۔ میاں برادرز نے لیپ ٹاپ اور جنگلہ بس چلا کر ہی بس نہیں کیا بلکہ انتخابات سے قبل کچھ اور بھی کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ جہاں جنگل کا قانون چلا کر لوگوں سے ووٹ لیا جا سکتا ہے وہاں جنگلہ بس چلا کر ووٹ ہتھیانا تو معمولی کام ہے۔ 27 کلومیٹر کے ٹوٹے کے لیے 37 ارب روپے سے زائد خرچ کر دیا گیا، اس میں کس کو کیا فائدہ ہوا؟ کس نے کتنی کمیشن کھائی؟ کیا اتنا پیسہ پنجاب کے تمام صوبوں میں مساویانہ اور منصفانہ تقسیم کر کے صحت اور تعلیم پر خرچ کیے ہوتے تو اس سے عوام کو زیادہ فائدہ ہوتا؟ اگر عوام کو سفری سہولت دینا ہی بنیادی مقصد تھا تو اتنے پیسوں میں کتنی سرکاری بسیں چل سکتی تھیں؟ مگر میاں برادرز نے تو تخت لاہور بچانا ہے ...... اگر تاریخ دیکھی جائے تو تخت لاہور کے وارث بدلتے رہے مگر تخت وہیں ہے۔ کبھی پاکستان پیپلز پارٹی کا بھی گڑھ لاہور تھا، مگر وقت اور حالات نے گدی کے وارث میاں برادرز بنا دیئے۔ تخت لاہور کا نیا دعوی دار عمران خان بھی ہے، اگر عمران خان لاہور میں قومی اسمبلی کی سیٹوں کا چھکا لگانے میں کامیاب ہو گیا تو پنجاب میں میاں برادرز کے چھکے چھوٹ سکتے ہیں۔ کچھ روز بعد انتخابات کا باقاعدہ ٹاس ہونے والا ہے، اگر عمران خان پاکستان بھر میں سیٹوں کی نصف سینچری بنانے میں کامیاب ہو گیا تو سیاسی وکٹ جتنی مرضی ڈیڈ ہو وہ حزب اختلاف کے اینڈ سے باؤلنگ کر کے مخالفین پر باؤنسرز کی بارش کر سکتا ہے۔ عمران خان کی خواہش تو کلین سویپ کی ہے جو موجودہ حالات کو دیکھ کر کافی مشکل نظر آتا ہے مگر عمران خان نے اس سے قبل بھی مشکل حدف کو عبور کیا ہے وہ پاکستان کا واحد کپتان ہے جس نے آسٹریلیا کو وائٹ واش کر کے سیریز میں کلین سوئپ کیا تھا۔ موجودہ سیاسی جماعتوں میں تحریک انصاف کو یہ برتری حاصل ہے کہ وہ ابھی تک اقتدار میں نہیں آئی، اس کے برعکس باقی تمام سیاسی جماعتوں کا براہ راست یا بلاواسطہ حکومت میں حصہ رہا ہے۔ کراچی کے حالات متحدہ قومی موومنٹ، اے این پی اور پی پی پی کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے، خیبر پختون خوا میں امن وامان کی صورت حال بھی بلوچستان سے مختلف نہیں، پنجاب میں جرائم اور دہشت گردی کا گراف بھی اوپر ہی گیا ہے۔ گزشتہ پانچ برس میں ملک اتنا مقروض ہوا ہے جتنا پچاس ساٹھ میں نہیں ہوا تھا۔ اس میں حکومت کے ساتھ اپوزیشن بھی برابر کی حصہ دار ہے۔ اس وقت تبدیلی اور انقلاب کا نعرہ تو سب ہی لگا رہے ہیں مگر ان سے تبدیلی یا انقلاب کی کیا امید جنہوں نے پہلے ہی کئی بار مواقع ملنے کے باوجود کوئی مثبت تبدیلی کی کوشش بھی نہ کی ہو۔ عمران خان نے کرکٹ میں بھی کئی ایسی چیزیں متعارف کروائیں تھیں جو آج کرکٹ کا باقاعدہ حصہ بن گئیں ہیں جن میں نیوٹرل امپائرنگ، ون ڈے میں اسپن باؤلر سے آخری اوور کروانا، بیٹنگ آرڈر میں غیر متوقع تبدیلی کر دینا ...... اب یہی فارمولہ اس نے سیاسی میچ میں بھی استعمال کیا ہے۔ تحریک انصاف کے پارٹی الیکشن کروانا بلاشبہ پاکستانی سیاست میں ایک تاریخی معرکہ ہے۔ الیکشن کے دوران کچھ بدنظمیاں

بھی دیکھنے کو ملیں جو ہمارے معاشرے کا ایک حصہ ہے کیونکہ ہم ابھی اتنے مہذب نہیں ہوئے کہ کوئی کام نظم وضبط سے کرسکیں۔ جنگلا بس کے افتتاح کے دوران بھی ایسی بدنظمی دیکھنے کو ملی ۔تحریک انصاف کے پارٹی الیکشن کے بعد انتخابی مہم کا پہلا معرکہ لاہور کا جلسہ ہے جس کے بعد کافی کچھ تبدیل ہوتا نظر آئے گا۔اگر عمران خان انتخابی میچ سے قبل نیٹ پریکٹس اچھی کر لے تو ہوسکتا ہے بظاہر ناممکن آنے والا حدف اس کی دسترس میں ہو۔مگر یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک عوام خود کو مومن نہ سمجھیں اور ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈسوانے کی ریت کو نہ بدل لیں......!!!جمہوری مومنوں کو اس بار اقتداری سانپوں سے بہر حال بچنا ہوگا کہ یہ آخری موقع ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

01-03-2013.